دوسلام

مصلحِ مزاجِ غزل، بانیٔ مسالمہ مولانا سید محمد جعفر اُمیدؔ اجتہادی

امن انسان شماتت سے کہاں رکھتے ہیں
دہر میں آتے ہیں نام اہل جہاں رکھتے ہیں

شعر کہنے میں نہیں بات کی مہلت ملتی
چپکے رہتے ہیں وہ گویا جو زباں رکھتے ہیں

جسم میں رہ گئے ہیں ٹوٹ کے پھل تیغوں کے
دہن زخم شہیدوں کے زباں رکھتے ہیں

صاف آ جاتا ہے چہرے پہ غبار خاطر
طپش دل کو عبث دوست نہاں رکھتے ہیں

حال تو یہ کسی محفل میں نہیں صورت شمع
خوف سر کٹنے کا ہے پاؤں جہاں رکھتے ہیں

بات جو ہے دہن شہ میں جواب اس کا نہیں
یوں تو کہنے کو یہ غنچے بھی دہاں رکھتے ہیں

ایک ادنیٰ سا توکّل کا مرے ہے یہ اثر
لوگ عسرت میں فراغت کا گماں رکھتے ہیں

ہوئے صدمہ نہ کوئی اس کو یہ نازک ہے بہت
دل کو ہم زیر بغل اس سے نہاں رکھتے ہیں

شاہؑ کہتے تھے کہ آخر یہ طریقہ کیا ہے
بند مہماں پہ کہیں آب رواں رکھتے ہیں

چمن دہر میں ہے پیاس سے اصغرؑ کا یہ حال
خشک کانٹے کی طرح گل سی زباں رکھتے ہیں

❁❁❁

شوق یہ سیر عدم کا کم نہیں
وہ چلے جاتے ہیں جن میں دم نہیں

شہ کو صغریٰ نے یہ عرضی میں لکھا
رو بہ صحت یہ اسیر غم نہیں

کس سے اپنے درد کا شکوہ کروں
پاس کوئی مونس و ہمدم نہیں

رات اک الجھن میں ہوتی ہے بسر
آشنائے خواب، چشم نم نہیں

سوچئے تو موت بھی آتی نہیں
ہائے اس قابل بھی شاید ہم نہیں

جان آ جائے نکل جائے جو دم
زندگی میرے لئے کب سم نہیں

جو گذرتی مجھ پہ ہے اس حال سے
غیر ذات حق کوئی محرم نہیں

حال لکھا جائے کیا امراض کا
تپ بہت ہے درد سر بھی کم نہیں

ضعف سے سوئے تنفس کا ہے قول
آئے گر کھانے تو اب کی دم نہیں

منہ پھرائے سوئے کعبہ مرتے دم
کوئی اتنا قبلہ عالم نہیں

فکر زائد کس لئے ہے اے امیدؔ
پاؤں پھیلانے کو تربت کم نہیں